ماہنامہ
رضوان
لکھنؤ
RIZWAN
MONTHLY
LUCKNOW India
۳۷ گوئن روڈ، لکھنؤ

مولانا محمد مرتضیٰ صاحب

۲۶۰۲

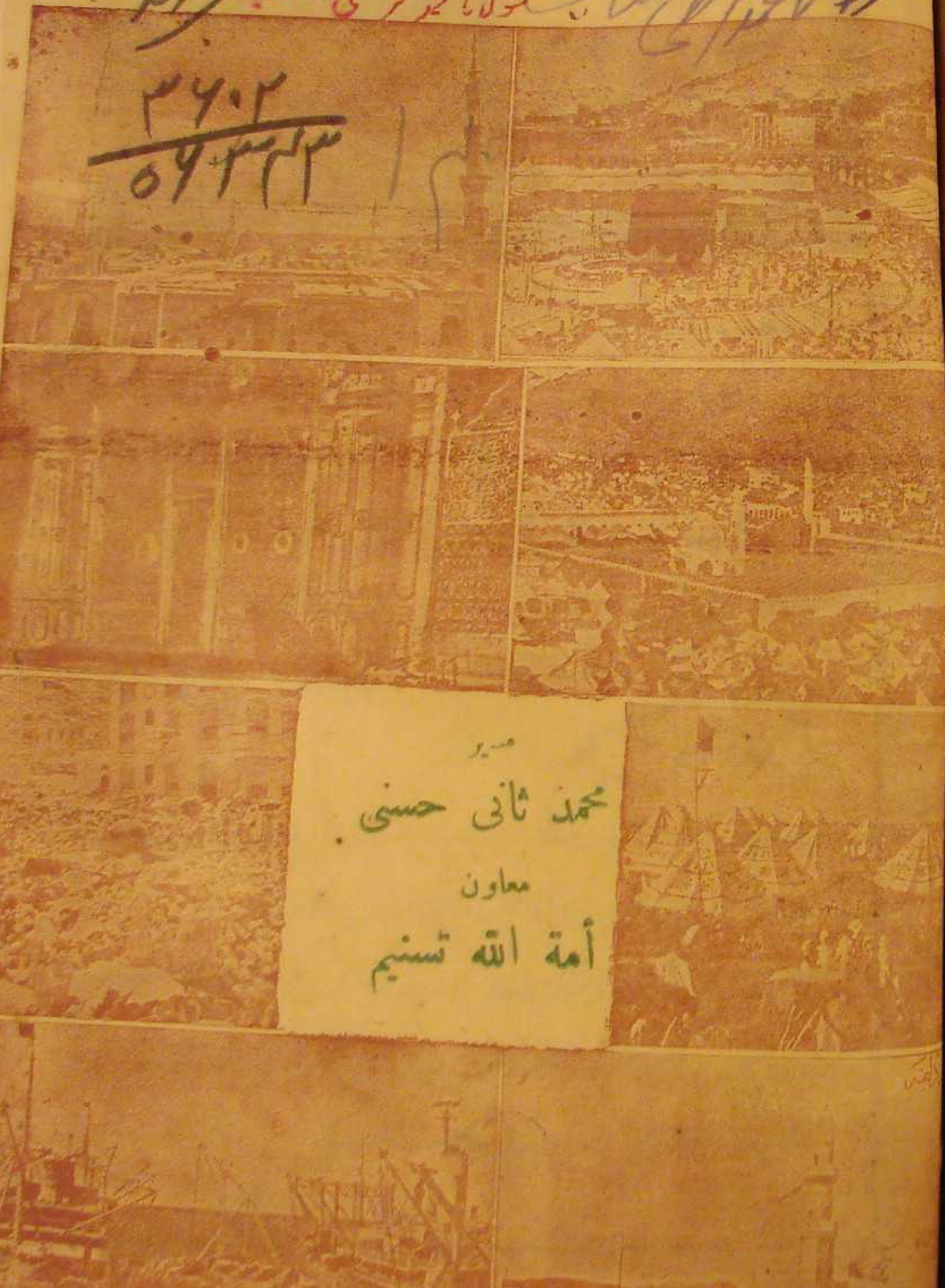

مدیر
محمد ثانی حسنی
معاون
أمة الله تسنیم

R. No. 2416/57

Regd. L. 197

ماہنامہ رضوان لکھنؤ
RIZWAN
MONTHLY
LUCKNOW India
۳۷ گوئن روڈ، لکھنؤ

فون نمبر ۲۷۴۳۹۱

تیل کا تیل دوا کی دوا
ہر موسم میں استعمال کیلئے

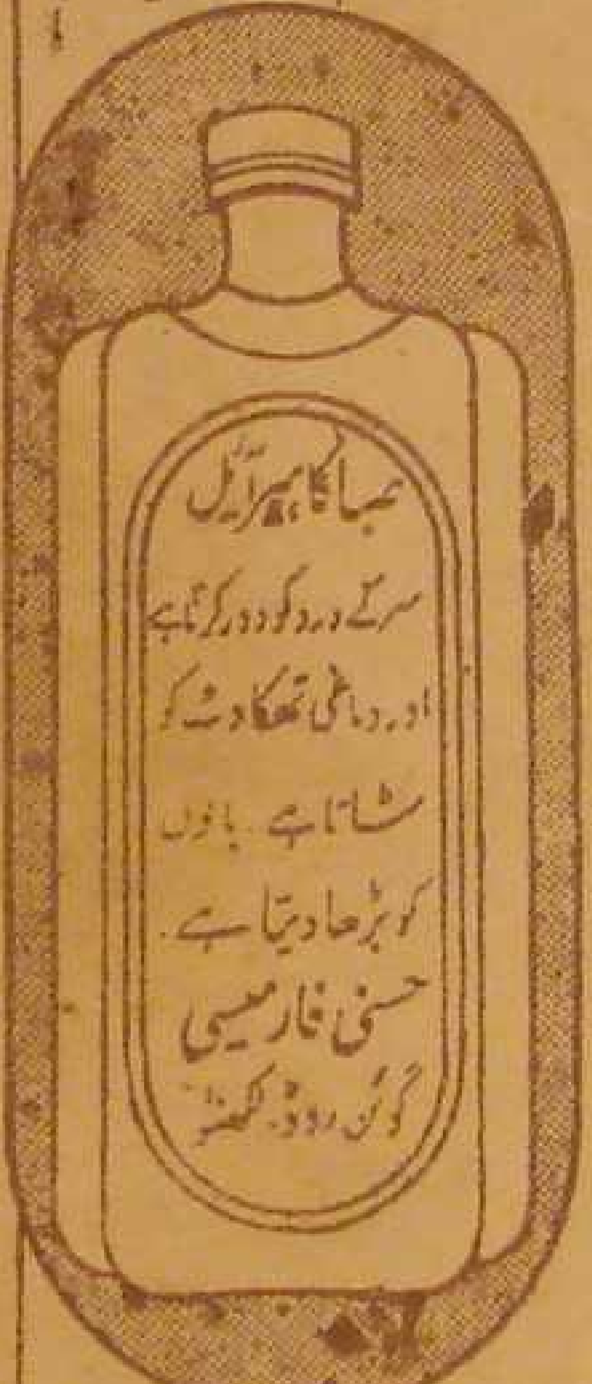

صبا کا ہیر آئل

صبا کا ہیر آئل

صبا کا دور کرتا ہے تھکاوٹ | مٹا دیتا ہے دردِ سر صبا کا
صبا کا بال کو رکھتا ہے کالے | بڑھا دیتا ہے بال اکثر صبا کا
صبا کا دل کو پہونچاتا ہے فرحت | ہے خوشبودار خوش منظر صبا کا
صبا کا کو لگائیں مرد و زن سب | کہ سب تیلوں سے ہے بڑھکر صبا کا
صبا کا ہے ہیر آئل دوا بھی | ضرورت ہے کہ ہو گھر گھر صبا کا

صبا کا کو خریدو اور لگاؤ
لگانا سر پہ ہے بہتر صبا کا

قیمت: دو روپیہ پچاس پیسے

تیار کردہ: حسنی فارمیسی گوئن روڈ لکھنؤ

only cover printed at Sarkar Press Lko

February 1974

ماہنامہ رضوان

لکھنؤ

مسلمان خواتین کا دینی ترجمان

جلد نمبر	اکتوبر و نومبر ۷۶ء رمضان و شوال ۱۳۹۶ھ	نمبر ۱۱-۱۰

مدیر

محمد ثانی حسنی

معاون

امۃ اللہ تسنیم

فی پرچہ ۸۰ پیسے

سالانہ چندہ

ہندوستان ۸ روپے

ممالک غیر

بحری ڈاک ایک پونڈ

ختم چندہ خریداری کا مہینہ پتہ کی چٹ پر ملاحظہ کیجیے

اس خانہ میں اگر سرخ نشان ہے، اور آپ کو اس دینی رسالہ سے بہرحال دلچسپی ہے، تو اپنا چندہ مبلغ آٹھ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمایئے، وی پی کا انتظار نہ فرمایئے۔ ہم وی پی بھیجنے سے معذور ہیں۔

منیجر ماہنامہ رضوان لکھنؤ

کیا اور کہاں

ہماری بات	محمد حمزہ حسنی ندوی	۳
قرآن آپ سے مخاطب ہے	مولانا نور الحسن قاسمی	۵
ارشادات رسول	مولانا محمد منظور نعمانی	۷
شہ پارے	قاضی اطہر مبارکپوری	۹
آہ سحر (نظم)	یعقوب قاسم جاوید	۱۵
جب توبہ کرلی	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۱۶
تاثرات ارض طیبہ (نعت)	عرشی لکھنوی	۲۱
فوزیہ اور فرزانہ	انجم مرغوب	۲۲
ہمارے حضور کا ایک معجزہ	عذرا خاتون	۳۱
عبادت میں اعتدال	عبداللہ حسنی	۳۳
تہذیب معاشرت	ہارون رشید صدیقی	۳۵
باہمی اتحاد	ادارہ	۳۷
سوال و جواب	ادارہ	۳۹

ہماری بات

محمد حمزہ حسنی ندوی

اسلام میں معاملات کی صفائی اور درستی پر بہت زور دیا گیا ہے، احادیث اور قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں دینی امور جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج بہت اہم اور ضروری ہیں وہیں دنیوی معاملات میں صفائی آپسی تعلقات میں دیانت داری اور راستبازی بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نماز و روزہ اور اسلام کے دوسرے ارکان کے بہت پابند ہیں بلکہ فرض سے بھی آگے بڑھ کر نفلی عبادات بھی ادا کرتے ہیں، خوب صدقہ و خیرات کرتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ معاملات میں صفائی نہیں رکھتے، دوسروں کے حقوق ادا نہیں کرتے تو ہماری یہ ساری عبادت و ریاضت سب ضائع ہو جائے گی۔ اور اس سے ہم کو ذرا بھی اخروی نفع نہ حاصل ہوگا۔

اسلام صرف عبادت و ریاضت کا ایک مجموعہ نہیں ہے، بلکہ وہ زندگی کا ایک ایسا مکمل نظام ہے جس میں تمام انسانوں کا خیال رکھا گیا اور عملی زندگی کے کسی پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا گیا ہے۔ عبادت و ریاضت ہو یا تجارت و حرفت، ملازمت ہو یا کوئی بھی ذمہ داری کا کام سب کے بارے میں اس نظام میں کھلی ہوئی ہدایتیں موجود ہیں اگر ہم تجارت کرتے ہیں تو ہم کو یہ دیکھنا ہوگا کہ ہماری تجارت میں بد دیانتی

تو نہیں. کسی کو ہم دھوکہ تو نہیں دے رہے ہیں. اچھی چیز دکھلا کر خراب چیز تو نہیں دے رہے ہیں. ناپ تول صحیح ہے کہ نہیں.

اسی طرح اگر ہم ملازمت کرتے ہیں تو اپنے اوپر پوری نظر رکھنی ہوگی کہ ہمارا کام اطمینان بخش ہے کہ نہیں، مقررہ اوقات کو ہم ضائع تو نہیں کرتے، محکمہ کے سربراہ کی غیر موجودگی میں بھی اتنا ہی کام کرتے ہیں جتنا کہ اس کی موجودگی میں ہوتا ہے. خیانت اور بد دیانتی کے مرتکب تو نہیں ہوتے.

اسی طرح عملی زندگی کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارا کوئی فعل اور عمل اسلامی احکامات کے خلاف تو نہیں ہو رہا ہے. یہ بات اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اس دور کا یہ تمام فساد اور بگاڑ صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم اسلام کی بنائی ہوئی ڈگر سے ہٹ گئے ہیں. اور ہم اپنی دنیوی زندگی کے معاملات میں اسلامی قوانین و ہدایات کو چھوڑ کر انسان کے بنائے رسم و رواج پر عمل کرنے لگے ہیں. جس کی وجہ سے ہمارے دلوں میں نفاق، خود غرضی، نفس پرستی رچ بس گئی ہے اور ہم اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے اپنے بھائیوں کو بھی دھوکہ اور فریب دینے سے باز نہیں آتے، اللہ ہم کو اور آپ کو تمام برائیوں سے بچائے. آمین

کاغذ کی گرانی کے سبب ابھی ہم رضوان کے پورے صفحات پر قابو نہیں پا رہے ہیں. اس شمارہ کو دو ماہ کا مشترکہ شمارہ تصور فرمائیں. مضامین کے بارے میں اپنے تاثرات اور مشورے ارسال فرمائیں.

قرآن آپ سے مخاطب ہے

مولانا نور الحسن قاسمی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ

(ترجمہ) اور بہت نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے. اور وہ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

ایک دو نہیں سیکڑوں ہزاروں بلکہ لاتعداد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہم پر ایسی ہیں کہ ان کی طرف ادنیٰ توجہ کی بھی ہمیں توفیق نہیں ہوتی اور یہ بے خبری اور بے توجہی ایک دو دن کی نہیں مہینوں برسوں بلکہ پوری عمر کا حال ہے. رات دن اسی غفلت میں گزر جاتے ہیں. اور اللہ کا مذکورہ بالا فرمان صادق آکر رہتا ہے. زمین و آسمان میں اللہ کی یہ پھیلی ہوئی نشانیاں تھیں کہ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے، اس کی وحدانیت پر یقین کرتے اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے مگر یہ ساری چیزیں ہماری نظروں سے اوجھل رہتی ہیں اور نظر جمتی ہے تو صرف ان چیزوں پر جن کو دنیا بڑی اور اہم کہتی ہے. ہم نعمت صرف دولت جائداد اولاد اور دنیاوی عیش و عشرت کو سمجھتے ہیں. حالانکہ اس سے بظاہر بہت کم چیزیں جدھر ہماری توجہ نہیں جاتی. بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور یہ وہ

نشانیاں اور نعمتیں ہیں جن سے اللہ کی مخلوق عام طور پر فیض یاب ہے۔ صحت تندرستی، طاقت وقوت، سونا، جاگنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، دیکھنا، سننا، کام کاج، اٹھنا بیٹھنا، مکان، روزی کا ذریعہ، کیا ان چیزوں کے نعمت ہونے اور اللہ کی نشانیاں ہونے میں کچھ شک ہے۔ خدانخواستہ اگر صحت بگڑ جائے، تندرستی جواب دیدے، نیند نہ آئے، بھوک نہ لگے، پانی حلق سے نہ اترے، دیکھنا سننا دشوار ہو جائے، اٹھنا بیٹھنا ناممکن ہو۔ سر چھپانے کو جگہ نہ ملے اور روزی کا ذریعہ ہاتھ سے جاتا رہے تو بتائیے ہماری کیا حالت ہو۔ ایسی صورت میں اپنی اولاد دنیاوی عیش وعشرت کے اسباب سربفلک کوٹھیاں اور تجوریاں کیا کام دے سکتی ہیں۔ بارہا دیکھا گیا ہے اور ہزاروں بار کا مشاہدہ ہے کہ یہ نعمتیں جن کو ہم اہمیت نہیں دیتے اور نہ ان کے شکر میں کبھی زبان کھلتی ہے۔ جب ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو ساری رات تڑپتے گذر جاتی ہے اور عیش وطرب کے سارے اسباب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس وقت اپنے انکار اور اعراض کا قدرے احساس ہوتا ہے۔ اور قیامت کے بجائے یہاں پکار اٹھتا ہے۔

یالیتنی قدمت لحیاتی

(کاش کہ میں نے اپنی زندگی میں کچھ اچھے اعمال کرلئے ہوتے)

خدا ہمیں اعراض وانکار غفلت وجہالت اور ناشکری سے بچائے اور لئن شکرتم لازیدنکم (اگر تم شکر کروگے تو ہم یقیناً اور زیادہ دیں گے) پر عمل کرنے کی توفیق دے

غافل مقام رشک، نہیں جائے شکر ہے   کہ سے برا تو ایک سے بہتر بنا دیا

حدیث کی روشنی میں

ارشاداتِ رسول

مولانا محمد منظور نعمانی

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ماہ شوال کے چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔" (صحیح مسلم)

تشریح: رمضان کا مہینہ اگر ۲۹ ہی دن کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ۳۰ روزوں کا ثواب دیتے ہیں۔ اور شوال کے چھ نفلی روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد ۳۶ ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون "الحسنۃ بعشر امثالھا" (ایک نیکی کا ثواب دس گنا) کے مطابق ۳۶ گنا۔ ۳۶۰ ہو جاتا ہے۔ اور پورے سال کے دن ۳۶۰ سے کم ہی ہوتے ہیں۔ پس جس نے پورے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں ۶ نفلی روزے رکھے وہ اس حساب سے ۳۶۰ روزوں کے ثواب کا مستحق ہوگا۔ پس اجر و ثواب کے لحاظ

سے یہ ایسا ہی ہوا جیسے کوئی بندہ سال کے ۳۶۰ دن برابر روزے رکھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ چار چیزیں وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

۱. عاشورہ کا روزہ
۲. عشرہ ذی الحجہ (یعنی یکم ذی الحجہ سے یوم العرفہ نویں ذی الحجہ تک) کے روزے۔
۳. ہر مہینے کے تین روزے
۴. اور قبل فجر کی دو رکعتیں (سنن نسائی)

تشریح مطلب یہ ہے کہ چاروں چیزیں اگرچہ فرض یا واجب نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اتنا اہتمام اور ایسی پابندی فرماتے تھے کہ کبھی یہ چیزیں ترک نہیں ہوتی تھیں۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ:۔

"اے ابو ذر! جب تم مہینے کے تین روزے رکھو تو تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھا کرو۔"

(جامع ترمذی، سنن نسائی)

شہ پارے

قاضی اطہر مبارکپوری

فقر اور استغنا

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو کچھ آدمی انتہائی بھوک کی وجہ سے نماز میں کھڑے کھڑے گر جاتے تھے، یہ اصحاب صفہ ہوتے تھے اعراب اور دیہاتی لوگ ان کو دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ لوگ دیوانے ہیں، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کر ان کے پاس تشریف لاتے تھے تو ان سے فرماتے تھے کہ اگر تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کے یہاں تمھارا کیا اجر و ثواب ہے تو تم لوگ تمنا کرنے لگو کہ فاقہ اور حاجت میں زیادتی ہو جائے۔

حضرات اصحاب صفہ وہ صحابہ کرام تھے جو اسلام لانے کے جرم میں اپنے

اپنے قبیلوں اور گھروں سے نکال دیئے جاتے تھے اور مدینہ منورہ میں آکر مسجد نبوی کے ایک چبوترے پر زندگی بسر کرتے تھے۔ ایسے مفلوک اور مجبور بزرگوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی، یہ لوگ دن کو کام دھندا کر کے اپنا کام چلاتے تھے اور دین کی تعلیم و تعلم میں رات دن لگے رہتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان حضرات کے منتظم تھے اور ان کے کھانے پینے کے سلسلے میں وہ اپنی خدمات پیش کرتے تھے وہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ یہی صفہ اسلام کا سب سے پہلا جامعہ اور مدرسہ ہے جس میں اصحاب صفہ تعلیم حاصل کرتے تھے، اور پر ان ہی حضرات کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ بھوک اور فاقہ کی شدت کی وجہ سے نماز میں گر جایا کرتے تھے، اور ناواقف لوگ ان کو دیوانہ اور پاگل سمجھتے تھے، مگر درحقیقت وہ اسلام کے رمز شناس اور دین کے واقف کار تھے، ان کی دینی بصیرت پر دنیا کی تمام بصیرتیں اور بصارتیں قربان ہوں، انھوں نے اسلام کی خاطر اپنے کو وقف کر دیا تھا تو اسلام نے ان کو گو ہر شب چراغ بنا دیا۔ آج جو کچھ ہمارے پاس کتاب و سنت کا سرمایہ ہے، ان ہی جیسے حضرات کے ذریعے سے ملا ہے ان فرزانوں نے دنیا کو رموز و اسرار سکھائے اور علم و فن کی امامت کی۔

فقر و محتاجی کی زندگی اگر استغناء و قناعت ہے تو بڑی پربہار ہوتی ہے، اس میں انسان سلطانی کرتا ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ قناعت و استغناء ہو، ورنہ یہ زندگی انسان کو کہیں کا نہیں رہنے دیتی ہے۔

یمن کے اشاعرہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری (عبد اللہ بن قیس) قبیلہ بنو اشعر کے پچاس آدمی یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے، ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ تمھارے پاس ایسے لوگ آنے والے ہیں جن کے دل تمھارے دل سے زیادہ نرم ہیں۔ چنانچہ اشاعرہ آئے۔ جب وہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب پہونچے تو عالم وجد و شوق میں ان کی زبان پر یہ زجز تھا۔

غداً نلقى الاحبة ٭ محمداً وحزبه

کل ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے یعنی محمد اور ان کی جماعت سے

یہ لوگ مدینہ منورہ میں آکر بقیع بطحان میں خیمہ زن ہوئے اور ان میں سے کچھ لوگ باری باری عشاء کی نماز کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ ایک دن میں اور میرے احباب آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے، آپ کسی کام میں مصروف تھے۔ اسے انجام دینے کے بعد آپ نے صحابہ کرام کو عشاء کی نماز پڑھائی اور نماز پڑھ کر لوگوں سے رک جانے کو فرمایا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو خوشخبری ہو، تمھارے اوپر اللہ کی یہ خاص نعمت ہے کہ رات کی اس گھڑی میں تمھارے علاوہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا ہے، اور نماز نہیں پڑھتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اس قول رسول اور خوشخبری پر

اپنا تاثر بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر ہم لوگ خوش خوش اپنے خیمہ میں آگئے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایمان تو اہلِ یمن کا ایمان ہے اور حکمت تو یمن کی حکمت ہے یعنی یمن کے لوگ یقین و ایمان میں بہت پختہ اور سمجھ بوجھ میں بہت آگے ہیں۔

اسی ایک واقعہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اہلِ یمن میں دین کی محبت اور قولِ رسول ص پر فداکاری کی کیا حالت تھی؟ زبانِ رسالت سے ایک خوشخبری سنی اور رات کے اس حصے میں دنیا میں صرف مسلمان اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور کوئی مخلوق اس وقت خدا کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ یہ تم لوگوں پر خاص نعمت خداوندی ہے تو مارے خوشی کے پھولے نہیں سمائے۔

ایک مومن کے لئے ایسی باتوں میں بہت زیادہ خوشی، بڑا اطمینانِ قلب اور بہت ہی بشارت ہوتی ہے۔

اور اگر یقین و ایمان سے محرومی ہے تو ایسی باتوں میں کوئی تسکین نہیں ہے۔

اسی لئے اعمال سے پہلے عقائد مطلوب ہیں۔

مکارمِ اخلاق کا ایک واقعہ

تیسری صدی ہجری میں رے اور اہواز کے قاضی موسیٰ بن اسحٰق تھے جو وہاں پر اسلامی عدالت کیا کرتے تھے اور شرعی فیصلہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک میاں بیوی کا مقدمہ پیش ہوا۔ بیوی نے دعوا کیا کہ میرے شوہر کے ذمہ میرے مہر کا پانچ سو دینار قرض باقی ہے۔ یہ رقم شوہر سے مجھے دلائی جائے

شوہر نے عدالت میں انکار کیا اور کہا کہ میری بیوی کا میرے ذمہ کوئی قرضہ نہیں ہے، قاضی نے شوہر سے کہا کہ تم اپنے گواہوں کو پیش کرو۔ چنانچہ اس نے اپنے دعوے کے لئے گواہوں کو حاضر کیا۔ قاضی نے گواہ کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم اس عورت کا چہرہ دیکھ کر گواہی دیتے وقت اس کی طرف اشارہ کر سکو اور جب یہ تم گواہی دیتے ہو اس کو پہچان سکو، گواہ نے یہ سن کر عورت سے کہا کہ تم کھڑی ہو جاؤ تاکہ میں تمھیں دیکھ سکوں۔ یہ دیکھ کر شوہر کی غیرت و مردانگی کو طیش آیا اور کڑی آواز سے بولا کہ آپ لوگ میری بیوی کے بارے میں یہ کیا کر رہے ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ گواہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمھاری بیوی کے چہرے کو کھلے طور سے دیکھے تاکہ اس کی شناخت کر سکے، شوہر یہ سوچ کر گھبرایا کہ اجنبی مرد میری بیوی کا چہرہ باقاعدہ دیکھے گا اور مجمع کے سامنے وہ بے پردہ ہوگی یہ سوچ کر بلند آواز سے بھری عدالت میں کہا کہ قاضی کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے ذمے میری بیوی کا مہر باقی ہے جس کا یہ دعویٰ کر رہی ہے، اس کا چہرہ نہ کھولا جائے، جب بیوی نے اپنے شوہر کی اس غیرت مندانہ اور شریفانہ آواز کو سنا تو اسے بھی یہ بات بہت اونچی معلوم ہوئی کہ اس کا شوہر اسے لوگوں سے بچاتا ہے اور اس کی عفت و عصمت کے بارے میں اس قدر شدید غیرت مندی ظاہر کر رہا ہے کہ اسے یہ بھی گوارا نہیں کہ کوئی غیر آدمی میرا چہرہ دیکھے، تو بیوی نے قاضی کو خطاب کر کے کہا کہ میں بھی آپ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے اپنے مہر کی پوری رقم اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا۔ اور اسے دنیا و آخرت دونوں میں اس کے مطالبہ سے بری کر دیا۔ قاضی نے میاں بیوی کے اس واقعہ پر اپنا خیال

ظاہر کرتے ہوئے محرّروں کو حکم دیا کہ "اس واقعہ کو اخلاقی خوبیوں میں لکھ لو۔ ایک زمانہ غیرت مندی کا یہ تھا اور ایک یہ آیا ہے کہ شوہر ڈیڈی بنکر اپنی بیویوں کو بھرے مجمع میں دکھاتے پھرتے ہیں۔ اور اس میں فخر محسوس کرتے ہیں کہ کوئی ان کی نظر کا بڑا آدمی ان کی بیوی سے بے حیائی کے ساتھ بات چیت کرے۔

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

نمبر ۴۴ حاجی بلڈنگ۔ ایس۔ وی۔ ڈی۔ روڈ۔ نل بازار۔ بمبئی نمبر ۳

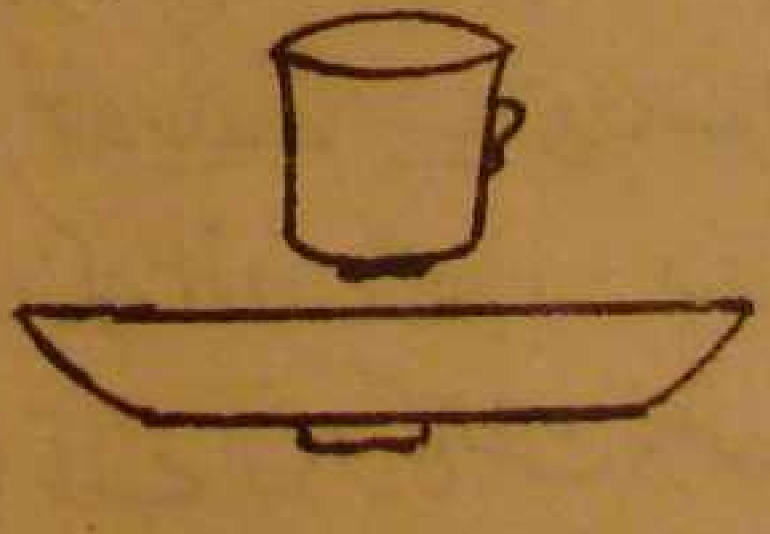

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
فلاوری بی او پی	ہوٹل مکسچر

TELEGRAM:-

"CUP-KETTILE"

TELEPHONE:-

No. 332220

از یعقوب قاسم جاوید نیا دواخانہ رنگون برما

آہ سحر بھی

اے گلشن طیبہ کی ہوا کچھ تو ادھر بھی
اب موم کی بتی ہے مری آہ سحر بھی
بیتاب زیارت کے لئے دیدہ تر بھی
دو نیم ترے ہجر میں اک قلب و جگر بھی
جلوے ہیں تیری خاک کے شمس و قمر بھی
اس خاک پہ خم ہوتے ہیں افلاک کے سر بھی
بس ایک تصور ہے کہ ہر آٹھ پہر بھی
بس ایک ہی صورت ہے کہ ہر پیش نظر بھی

ہے روضۂ پر نور پہ سینا کی تجلی
جلتے ہیں یہاں حضرت جبرئیل کے پر بھی
فردوس نظر گلشن طیبہ کے مناظر
کانٹے بھی ہیں محبوب یہاں کے گل تر بھی
آنکھوں کے لئے کحل بصر خاک مدینہ
کیا عشق ہے کیا ذوق ہے کیا اپنی نظر بھی
روحوں کو جگا دیتی ہیں طیبہ کی نمازیں
آنکھوں کو رُلا دیتی ہے اذان سحر بھی
یہ سلسلہ جاوید کبھی ختم نہ ہوگا بھیجوں میں درود آپ پہ گر شام و سحر بھی

جب توبہ کرلی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۱۲۳۴ھ میں سید احمد شہید پہلی بار اپنے قافلے کے ساتھ لکھنؤ تشریف لائے اور ٹیلے والی عالمگیری مسجد (شاہ پیر محمد صاحب کی مسجد) کے قریب فروکش ہوئے اور اصلاح و تبلیغ کے مبارک کام کا آغاز کیا۔ یہ نواب غازی الدین حیدر (سنہ جلوس ۱۲۲۹ھ) کی بادشاہی اور معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کا زمانہ تھا۔ لکھنؤ میں دولت ستانی، حق تلفی اور تعیش کا دور دورہ تھا۔

لوگوں کی طبیعتیں عوام سے لے کر خواص تک عیش پر مائل تھیں۔ سید انشاء (م ۱۲۳۳ھ) کی "دریائے لطافت" (جس کی تالیف میں مرزا قتیل بھی شریک ہیں) کے مطالعہ سے اس زمانہ کی بے ادبی، پست مذاقی، ادبی نسوانیت، اور دماغی شہوانیت کا پورا پتہ ہے۔

سلطنت کا مرکز ہونے کی وجہ سے لکھنؤ اور وہاں کے شرفا اہل حرفہ اور ملازمت پیشہ لوگوں کا ہے اور امیدواروں کا قبلہ حاجات ہو رہا تھا۔ قصبات کے صدہا شرفا اودھ کی سرکار سے متوسل اور صدہا امیدوار

قسمت آزمائی کے لئے پڑے ہوئے تھے۔ اچھے، برے ہر طرح کے لوگ یہاں آکر جمع ہوگئے تھے۔ ایک طرف وہ علم وادب، درس و تالیف کا مرکز تھا، دوسری طرف تعیش، بے راہ روی اور فسق و فجور کا۔

سید صاحب کی تشریف آوری اور آپ کے رفقاء کے اخلاق، کردار کا شہرہ دیکھتے دیکھتے پورے شہر میں ہوگیا۔ علماء کے مواعظ، رفقاء جماعت کی سادگی جفاکشی اور اسلامی مساوات و اخوت، ان کی شب زندہ داری اور جوانمردی و شہسواری، ایثار و قربانی، خدمت و اطاعت، غرض ان تمام اوصاف نے شہر کی فضا کو متاثر کیا اور سیکڑوں ہزاروں آدمی آپ کے پاس آنے شروع ہوئے ان میں تماشائی بھی ہوتے اور طالب حق بھی، اپنی گذشتہ غلطیوں پر نادم بھی، آخرت کے طلبگار اور رضائے الٰہی کے امیدوار بھی اور شبہات کے گرفتار بھی لیکن یہاں ان سب کو اپنے زخم کا مرہم، اپنے درد کا درماں اور اپنے مرض کی دوا ملتی۔ سید صاحب سب سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ عزت و محبت سے ان کو اپنے پاس جگہ دیتے، ان سے دلجوئی کی باتیں کرتے۔ ان کو جماعت کی نماز میں شریک کرتے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ سخت سے سخت دل والے بھی آپ کے پاس آکر نرم پڑ جاتے۔ لوگوں کو سچی توبہ اور انقلاب حال کی توفیق ہوتی۔ وہ اپنی جاہلی عادات و اطوار سے باز آتے اور اس حال میں یہاں سے رخصت ہوتے کہ ان کی زندگی بدل چکی ہوتی، یقین کی روشنی اور تقویٰ کی متاع گرانمایہ ان کے ہاتھ میں ہوتی۔ اور وہ سید صاحب اور آپ کے رفقاء کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہوتے۔

اسی زمانہ میں ایک مرتبہ آپ حسب معمول اپنی جگہ پر تشریف فرما تھے کہ دو صاحبان امان اللہ خاں اور ان کے بھائی سبحان خاں اور کئی شخص ان کے ہمراہ جو چوری کی جرائم پیشگی میں طاق اور شہرۂ آفاق تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، لوگوں نے ان کو آتے دیکھ کر سید صاحب سے اطلاعاً کہا کہ یہ لوگ بڑے بدمعاش اور حرام کار ہیں، آپ نے فرمایا کہ خبردار ان کے سامنے کوئی تذکرہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بُرے کام چھڑا کر ان کو نیک کام کی توفیق دے اور موت بھی ان کی اچھی ہو۔

انھوں نے آکر آپ سے مصافحہ اور معانقہ کیا، آپ نے ان کو بڑے اخلاق و احترام کے ساتھ بٹھایا اور دیر تک متوجہ ہو کر ان کی طرف دیکھا، کچھ دیر کے بعد انھوں نے رخصت چاہی، فرمایا بہتر، پھر فرمایا تم کیا پیشہ کرتے ہو۔

انھوں نے بہت عذر کیا کہ آپ اس بات کو نہ پوچھیں، اسی طرح رہنے دیں، ان کے واقف کاروں میں سے کسی نے کہا کہ بتا دو کیا مضائقہ ہے۔ کچھ تمہارے لیے بہتر ہے، آپ نے فرمایا کہ بیان کرو۔

انھوں نے اپنی چوری اور حرام کاری کا حال صاف صاف بیان کیا کہ اب تک ہمارا یہ پیشہ تھا مگر اب سے آپ کے دست مبارک پر توبہ کرتے ہیں ہم جب کل آپ کے پاس آئے تھے۔ اس وقت ہمارا کچھ خیال نہ تھا۔ صرف سیر تماشہ کی غرض سے آئے تھے، مرید ہونے کا مطلق ارادہ نہیں تھا۔ مگر جب ہم آپ کے پاس بیٹھے اور آپ کا اخلاق دیکھا تو ہمارے دل کا عجیب حال ہو گیا کہ اس کی کیفیت نہیں بیان کر سکتے۔ یکایک دل میں یہی سمایا کہ سب گھر بار، بیوی بچے چھوڑ کر آپ کے پاس رہیں۔ اسی واسطے ہم آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا،

آج موقوف رکھو جمعہ کو انشاء اللہ تم کو مرید کریں گے۔

جمعہ کو کچھ دن چڑھے وہ آئے، آپ نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز کے بعد بیعت کریں گے۔ نماز کے بعد وہ بیعت ہوئے اور کچھ زر نقد آپ کے نذر کیا آپ نے ان سے لے کر ان کے حوالے کیا۔ فرمایا ہماری طرف سے اپنے لڑکے بالوں کو دے دینا۔ انھوں نے کہا کہ اپنے اہل و عیال کو بھی اگر آپ بیعت کرا دیں۔ فرمایا، کسی روز اس طرف جانا ہوگا تو مرید کریں گے۔

ایک روز آپ گوڈ گنج کی چڑھائی پر جا رہے تھے، امان اللہ خاں نے عرض کیا کہ میرا غریب خانہ ہے۔ اگر وہاں قدم رنجہ فرمائیں تو عین عنایت ہو گی۔ ہمراہی وہیں کھڑے رہے، آپ ان کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے گھر والوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

امان اللہ خاں، سبحان اللہ خاں اور مرزا ہمایوں بیگ تو سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ ان کے زمرہ کے تین آدمی غلام رسول خاں، غلام حیدر خاں اور صدر خاں اور تھے۔ ان کو یہ حال معلوم نہ تھا۔ ایک روز یہ تینوں صاحب امان اللہ خاں کے پاس آئے اور کہا کہ ان دنوں خرچ کی تنگی ہے۔ اس کی تدبیر کرنی چاہیے۔ یعنی کہیں چل کر چوری کریں، انھوں نے کہا۔ اب ہم سے کچھ نہ ہوگا، کہا کیا سبب ہے۔ آج کل نہ چلو گے یا کبھی نہیں، قصہ کیا ہے۔

مرزا ہمایوں بیگ نے کہا کہ بات یوں ہے کہ ہم توبہ کر چکے ہیں اب ہم سے انشاء اللہ یہ کام نہ ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ کب تم نے توبہ کر لی۔ انھوں نے کہا کہ شاہ پیر محمد کے ٹیلے پر رائے بریلی کے جو سید صاحب آئے ہیں ان کے ہم مرید

ہو چکے ہیں۔ اور کچھ آپ کے فضائل و کمالات بیان کئے کہ ایک روز ہم چار پانچ آدمی بطور سیر و تماشا ان کے پاس گئے کہ دیکھیں تو کیا حال ہے۔ ملاقات ہوئی۔ تو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھوں نے ہم کو توجہ دلائی۔ اس سے ہم کو بہت فائدہ ہوا۔ یہ بات سن کر غلام رسول خاں اور ان کے ساتھیوں کو بھی سید صاحب کے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ سید صاحب سے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ ایسا معاملہ ہے۔ سید صاحب نے ان کو بھی اجازت دی، وہ خدمت میں حاضر ہوئے، اسی روز سے ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ وہ حرام مال سے نفرت کرنے لگے۔ اور اپنے گھروں میں کسی مشتبہ چیز کو استعمال کرنا ان کو بہت دشوار نظر آنے لگا۔ جب سید صاحب نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تو انھوں نے بھی رفاقت کی خواہش کی اس لئے کہ گھر میں رہ کر وہاں کی ناجائز اور مشکوک چیزوں کے استعمال سے بچنا مشکل تھا۔ سید صاحب نے ان کی تعریف کی اور ہمت افزائی کی۔ ان کو برکت کی دعا دی۔ اور رزق حلال حاصل کرنے کی ترغیب دی۔

جب سید صاحب نے جہاد کے لیے ہجرت کی تو ان میں سے اکثر ان کے ساتھ تھے۔ ان میں سے بعض لوگ راہ خدا میں شہادت سے سرفراز ہوئے اور بعض لوگ زندہ رہے۔ اور انھوں نے ساری زندگی اصلاح و تقویٰ میں اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں اور نصیحت اور اعلاء کلمۃ اللہ کی جد و جہد اور محبت میں گزار دی۔

کاغذ کی گرانی بدستور ہے اس پرچہ کو اکتوبر و نومبر کا شمارہ تصور کیا جائے

تاثرات ارض طیبہ مقدسہ

از: عرشی انچارج مدرسہ ثانویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

جو انوار ہیں بارگاہ نبیؐ کے
سہارے وہی ہیں مری زندگی کے
غم ماسوا کو بھلا کر جو گزرے
وہی لمحے کام آئے یاد نبیؐ کے
مقام محبت یہ کون آیا، یارب
قدم رک گئے ہیں جہان خودی کے
نظر آئی آنکھوں کو جب ارض طیبہ
ستارے چمکنے لگے بندگی کے
بہے جی میں ادب سے ان آنکھوں کو چوموں
جن آنکھوں میں جلوے ہیں کوئے نبیؐ کے
نظر نے جنھیں پرتو حسن سمجھا
وہ جلوے تھے دراصل خود آگہی کے
وہی تو ہیں فرزانے، دراصل عرشیؔ
جو دیوانے ہیں رہگزار نبیؐ کے

آخری قسط

فوزیہ اور فرزانہ

ابو مرغوب

جمعہ کی صبح تھی۔ شکیل صاحب سے بات ہو چکی تھی، فوزیہ اور بانو دونوں لکھنؤ کے لئے تیار تھیں۔ میاں جمیل کی صحت ماشاء اللہ بڑی اچھی تھی۔ وہ بہت تیز تھے۔ ابھی ان کا کلام امی، ابو، نا، یا پھر ہنسنا اور رونا تھا۔ وہ کبھی کبھی اللہ اللہ کی رٹ بھی شوق سے لگاتے تھے۔ وہ فرزانہ سے بھی بہت مانوس تھے۔ یہ چھوٹا سا قافلہ بڑی بی سے رخصت لے کر شکیل میاں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور ٹھیک ۹½ بجے فرزانہ کے دروازے پہنچ گیا فرزانہ نے بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ گھر لے جا کر بٹھایا۔ شکیل صاحب تو اپنے بینک روانہ ہو گئے۔ پروگرام کے مطابق سب نے ناشتہ کیا، ذرا آرام کیا کہ اجتماع کا وقت آ گیا۔ آج تقریباً ۵۰ عورتیں جمع ہو گئی تھیں۔ جو ہر طرح کی تھیں۔ طے تھا کہ فوزیہ پہلے خطاب کریں گی لیکن نئی جگہ کے سبب جمیل میاں نے ادھم مچا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ فوزیہ نے بانو سے کہا تم ہی

بات کر لو۔

عقیل صاحب کو معلوم تھا کہ آج ان کے یہاں مہمان عورتوں کی تقریریں ہوں گی۔ چنانچہ انھوں نے بغیر بتائے ہوئے کالج کے ناغہ کا فیصلہ کر کے اپنے کمرے سے تقریر سننے کا ارادہ کیا۔ فرزانہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ ورنہ وہ اس کی اجازت نہ دیتی۔ بانو غیر جگہ ہونے کے سبب پہلے ہچکچائی، لیکن فوزیہ کے ہمت دلانے پر تیار ہو گئی۔ اور تقریباً ۴۵ منٹ بولی اور بہت اچھی تقریر کی۔ بانو نے کہا۔

بہنو! دنیا کا کوئی علم و ہنر از خود حاصل نہیں ہوتا اس کے لئے سخت جد و جہد کرنا پڑتی ہے۔ تب وہ حاصل ہوتا ہے اور ترقی پاتا ہے۔ علم دین کا بھی یہی حال ہے۔ دنیوی علوم و فنون سے نقد دنیوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کی جانب سے کوئی بھی غفلت نہیں کرتا۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے۔ چاہے وہ جوتوں پر پالش کرنا ہی کیوں نہ ہو، یا گھاس چھیلنا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ اور اس سے گھٹیا درجہ کے کام بھی ہو سکتا ہے آدمی کسی اسکول میں نہ سیکھے، کسی کو باقاعدہ استاد نہ بنائے لیکن کم از کم اس کے کرنے والے کو غور سے دیکھ کر ہی اس کی نقل کرتا ہے۔ دینی کاموں میں چونکہ نقد نفع نہیں ہے اس لئے فطری طور پر اس سے غفلت ہے اور ایسی غفلت کہ بعض کا تو یہ حال ہے کہ دینی علم و عمل کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ ایک بچہ پالش کرنے والے پر گہری نظر ڈالتا ہے کہ اسی طرح میں بھی پالش کر کے دس پیسے کما سکوں گا لیکن ایک غافل دین دار کے اعمال کو نفرت کی نظر سے دیکھتا

ہے۔ یہ اس لئے کہ غفلت کی وجہ سے اس کو ادھار نفع کا بھی احساس نہیں ہے ہمیں سوچنا ہے کہ اگر یہ غفلت دور نہ ہوئی تو نتیجہ کیا ہوگا؟ کیا اس سے ہمیشہ والی اخروی زندگی برباد نہ ہو جائے گی، پھر ہم اس کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے انھیں بہنوں کا مجمع ہے جو اپنے کو مسلمان کہتی ہیں، اس لئے میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتی کہ اسلام اور اس کی تعلیمات کو صحیح اور حق ثابت کروں۔ بلکہ مجھے تو یہ کہنا ہے کہ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو کیوں نہیں اپناتے، اس کا سبب صرف ہمارا نفس اور شیطان ہے۔ ہم سب اپنے اپنے طور پر سوچیں کہ ہماری زندگی اسلامی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟ اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں، اول یہ کہ ہم اسلامی زندگی سے ناواقف ہوں، ایسی صورت میں ہمارا سب سے اہم اور ضروری کام یہ ہے کہ ہم اسلامی زندگی سے واقفیت حاصل کریں۔ دوم یہ کہ اسلامی زندگی کو ہم معاذ اللہ غیر ضروری سمجھتے ہوں۔ ایسی صورت میں ہم پہلی فرصت میں علم والوں سے تبادلۂ خیال کریں۔ انشاء اللہ جلد سمجھ میں آ جائے گا کہ اسلامی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ ہمارے لئے بہت ضروری ہے کہ ہم روزانہ اپنا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے اسلامی علم و عمل سیکھیں اور سکھائیں۔ اور چونکہ اس کی طرف سے غفلت عام ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کام کو اجتماعی حیثیت سے کریں تاکہ بیداری عام ہو۔ اور ہر مسلمان اسلامی علم و عمل سیکھنے پر لگ جائے۔

انھوں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔

محترم بہنو! آپ چاہیں تو اپنے گھر کے لوگوں کو خصوصاً اپنے شوہر

اور اولاد کو اسلامی اعمال پر ڈال سکتی ہیں (اگر خدانخواستہ وہ غافل ہوں) آپ چاہیں تو وہ نماز کے پابند ہو سکتے ہیں۔ وہ چہرہ پر داڑھی رکھ سکتے ہیں۔ ذرا آپ اپنی حکمت عملی کو حرکت میں تو لائیں۔ آپ کبھی ان کو حکم نہ دیں۔ آپ کبھی ان کی تحقیر نہ کریں، اپنی محبت کام میں لائیں، اپنا دینی غم و درد کام میں لائیں پھر دیکھیں کیا انقلاب آتا ہے۔ اپنی اولاد اور پڑوس کی بچیوں کا جائزہ لیں کہ ان کی دینی تعلیم کا کیا نظام ہے۔ اگر کوئی نظم نہیں ہے تو آپ ان کی دینی تعلیم کا انتظام کریں۔ آپ تین طرح کا نظام چلائیں۔ پڑھی لکھی بہنیں جو علم دین سے واقف نہیں ہیں۔ واقف بہنوں کے مشورے اور مدد سے علم دین حاصل کریں۔ دونوں مل کر بے پڑھی بہنوں کو زبانی و عملی تعلیم پہنچائیں، بچیوں اور چھوٹے بچوں کے لیے ضروریات علم دین کا نظم کریں۔ اس کام کے لئے پیسوں اور چندوں کی ضرورت نہیں صرف آپ کے کچھ اوقات کی ضرورت ہے۔ سب ہی بہنیں صبح و شام ۲۵، ۲۵ منٹ کا وقت فارغ کریں۔ اور کام کی تقسیم کر کے عمل شروع فرما دیں اور یہ ہفتہ واری اجتماع ضرور باقی رکھیں تاکہ یہ جذبہ بیدار رہے اور حسب ضرورت ایک دوسرے کا مشورہ اور تعاون بھی ملتا رہے۔ اب وہ بہنیں اپنا اپنا نام لکھا دیں جنھوں نے روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ فارغ کر کے اس کام میں لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔

تقریباً سبھی عورتوں نے اپنے نام لکھا دیے۔ سوائے دو چار کے، بانو نے بڑی ہوشیاری سے سب کے علم کا جائزہ لیا۔ اور فوزیہ اور فرزانہ کی مدد سے کام کی تقسیم کر دی۔ تینوں طرح کا منظم کام ترتیب پا گیا۔ بعض غیر محلہ کی عورتیں تھیں۔ انھوں نے طے کیا کہ ہم بھی اپنے محلہ میں اسی طرح کا اجتماع شروع کر کے بہنوں کو

دین کی محنت پر ڈالیں گے۔

اب تک یہاں کے اجتماع میں کام کی تشکیل نہیں ہوتی تھی۔ آج ان لوگوں کے لئے یہ بات نئی تھی لیکن بہت ہی پسندیدہ۔

عقیل میاں نے اپنے کمرہ سے اجتماع کی ساری کارروائی سنی اور بہت ہی متاثر ہوئے، اگر ان کو فرزانہ کی خفگی کا خوف نہ ہوتا تو وہ مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے انھوں نے دل میں سوچا کہ کاش میں بھی اسی طرح دین کی خدمت کر سکتا، ان کو محسوس ہوا کہ وہ عورتوں سے بھی پیچھے ہیں۔

۱۱½ بجے اجتماع ختم ہوا۔ عورتیں رخصت ہوئیں۔ کھانا ہوا۔ پھر بغیر قیلولہ کے فوزیہ بانو کو لے کر اپنی ماں کے گھر چلی گئی۔ بوڑھی ماں کو بڑی ہی خوشی ہوئی۔ وہاں آرام کیا، پھر حسب پروگرام ۴ بجے بعد شکیل صاحب آگئے اور شام تک سب گھر واپس ہو گئے۔

بانو کو فرزانہ کا گھر بڑا اچھا لگا۔ ہر چیز باسلیقہ باقرینہ، ضرورت کی تمام چیزیں مہیا، زنانہ و مردانہ کمروں کا الگ الگ نظم، نل، غسل خانہ، فلش وغیرہ بہت پسند آیا۔

اتوار کا دن تھا حسب معمول فرزانہ فوزیہ کے گھر آچکی تھی، فوزیہ نے شکیل کو اس پیغام سے باخبر کر دیا تھا۔ آج شام بڑی بی سے بھی درخواست کی گئی۔ انھوں نے بہو، بیٹوں سے رسمی مشورہ کر کے پیغام کا خیر مقدم کیا۔ اور آئندہ دوشنبہ دوپہر نکاح کے لئے مقرر ہوا۔ عقیل میاں کو معلوم ہوا تو بہت ہی خوش ہوئے

بانو پر اگرچہ اثر تھا مگر خوش تھی کہ ایسے گھر جائے گی۔ جو اسے پسند آچکا ہے۔

پیر کا دن آیا۔ سادگی سے عقیل میاں چند احباب کے ساتھ آئے۔ نکاح ہوا اور بانو کو رخصت کرا کے لے گئے۔ دوسرے روز سادہ سا ولیمہ تھا۔ جس میں ایک تہائی تعداد غریب بھائیوں کی تھی۔ اب عقیل میاں کا رنگ بھی بدل چکا تھا۔ ان کے چہرہ پر داڑھی دکھائی دینے لگی تھی۔ اپنی پڑھائی میں بھی وہ اب نسبتاً زیادہ منہمک تھے۔ بانو ان کی تعلیم میں حارج نہیں اور معاون ثابت ہوئی۔

جب عقیل میاں ڈاکٹر ہو گئے۔ اور اپنی بہن کے مطب کے ساتھ ساتھ پریکٹس شروع کر دی۔ تو اب فرزانہ شکیل صاحب کے یہاں زیادہ وقت دینے لگی۔

ایک روز فوزیہ نے فرزانہ کو مخاطب کیا۔

بہن آپ پر میرا ایک قرض ہے۔

فرزانہ: میری یاد اب بہت خراب ہونے لگی ہے۔ آپ مجھ سے بے تکلف وصول لیجئے۔

فوزیہ: وہ قرض پیسوں کا نہیں ہے۔

فرزانہ: پھر!

فوزیہ: وہ قرآن کا ہے۔ ذرا تین سال پہلے کی بات یاد کیجئے

فرزانہ: بہن مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔ آپ یاد دلا دیجئے۔

فوزیہ: عقیل کی نسبت کی بات کے وقت

فرزانہ: کہیے آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

فوزیہ: آپ کی گود میں جھیل جیسا ایک چاند دیکھنا چاہتی ہوں۔

فرزانہ: بہن ۔۔ یہ کیسے ممکن ہے

فوزیہ ۔ نہیں بہن ۔ آپ شادی کرکے اپنی زندگی کی تکمیل کرلیں۔ اسلامی زندگی کی۔

فرزانہ: کیا شادی کرنا فرض ہے۔

فوزیہ: فرض تو نہیں سنت ضرور ہے۔ اور بعض صورتوں میں فرض بھی ہے۔

فرزانہ: اگر کوئی مجبوری ہو تو۔

فوزیہ: تو معاف ہے، مگر وہ مجبوری کیا ہے؟

فرزانہ: میری بہن اس قصہ کو چھوڑ دیجئے اور اپنی محبت کے رشتہ کو قطع نہ کیجئے۔

فوزیہ: آپ کی شادی سے میری محبت کا رشتہ کیسے کٹ جائے گا۔؟ البتہ آپ کی محبت میں ایک کا اضافہ ضرور ہوگا۔ آپ تیار ہو جائیں۔ میں آپ کی مدد کردوں گی۔

فرزانہ: آپ ایسا نہ کہیے۔

فوزیہ: آخر کیوں، کوئی وجہ تو بتائیے، آپ نے یہ فیصلہ کیوں کیا۔

فرزانہ: آپ پیچھے پڑ رہی ہیں تو میں بتا دوں گی، مگر یاد رکھئے، میرا تعلق عنقریب ٹوٹ جائے گا۔

فوزیہ: آپ بتائیے۔ انشاء اللہ ہرگز نہیں ٹوٹے گا

فرزانہ: اچھا سنیے۔ میں نے اپنے لئے شکیل صاحب کو پسند کیا تھا لیکن بعض حالات کی بنا پر میں انھیں نہ پا سکی۔ اور آپ سے عقد ہو گیا۔ بس میں نے یہ فیصلہ کیا۔ میں اپنے فیصلے پر اٹل ہوں۔ اب آپ مجھ سے جلیں گی۔ لیجئے اب میں بیان کا مطلب ختم کرتی ہوں۔ تاکہ آپ جیسی دین دار بہن کو تکلیف نہ پہنچے۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ اور بہتر ہوا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو نہ شکیل صاحب کی زندگی بنتی نہ میری، اور نہ یہ دین کی خدمت یہاں فروغ پاتی۔ میں اس پر راضی ہوں۔ مگر اپنے دل کو کیا کروں، میں اب شادی ہرگز نہیں کروں گی۔ نہ آپ کو تکلیف پہنچا سکتی ہوں، بس مجھے اجازت دیجئے۔ (آنکھوں میں آنسو آگئے اور آواز رندھ گئی۔

فوزیہ: بس اتنی سی بات (مسکراکر) بہن آپ میری بہن ہیں۔ میں آپ کو جدا نہیں کرسکتی۔ ہماری شریعت میں اس کی بالکل گنجائش ہے۔ کیوں نہ ہم دونوں ایک ساتھ رہنے کا فیصلہ کریں۔ مجھے اجازت دیجئے میں اس سلسلے میں کوشش کروں۔

فرزانہ: میری ہمت نہیں کہ میں آپ سے کچھ کہہ سکوں۔ لیکن آپ کو پورا پورا اختیار ہے۔

فوزیہ نے شام کو شکیل صاحب سے اس موضوع پر اچھے ڈھنگ سے گفتگو کی۔ وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھے تھے۔ فوراً راضی ہو گئے۔ بڑی بی سے بتایا گیا وہ بھی راضی ہو گئیں۔ دوسرے ہی روز عقد ہو گیا۔ اور فرزانہ مستقلاً یہیں رہنے لگیں۔ اور بہت خوش زندگی گزارنے لگیں۔ فوزیہ اور فرزانہ میں اب تک

کوئی ملال نہیں ہوا۔ دونوں کے تعلقات پہلے سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔ اور دین کا کام پہلے سے بھی کافی ترقی پا چکا ہے۔

ایک معقول نسواں ہائی اسکول بھی قائم ہو چکا ہے۔ جس میں دینی تعلیم لازمی ہے۔ اور گھریلو صنعت کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

ادھر عقیل صاحب کا مطب بھی اچھا چل رہا ہے۔ بانو کی زندگی بھی اچھی بہت گزر رہی ہے۔ اور یہاں بھی وہ دینی کام کا نظام اسی طور پر چل رہا ہے۔ جس کا نقشہ خود بانو نے بنایا تھا۔

لکھنؤ کا مشہور و معروف خوشبودار خوش ذائقہ مفید صحت زردہ

رائل زردہ	اسپیشل رائل زردہ	اکسٹرا اسپیشل رائل زردہ

نمبر ۱۰۷ اور نمبر ۵۰۱

ہمیشہ استعمال کیجیے

بنانے والے

رائل زردہ فیکٹری سعادت گنج لکھنؤ

بچوں کے لیے

ہمارے حضور کا ایک معجزہ

عذریٰ خاتون

ایک دفعہ حضرت جابرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پہ بھوک کے آثار دیکھے تو انھوں نے گھر جاکر اپنی بیوی سے کہا کہ آج رسول اللہ کی دعوت کردو ان کی بیوی نے کہا ذرا سوچ سمجھ کر کام کرنا کہیں کوئی غلطی نہ ہوجائے تو حضرت جابرؓ نے رسول اللہ سے کہا کہ آج آپ کی دعوت ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ آج جابرؓ کے گھر دعوت ہے سب لوگ چلیں، اور فرمایا دیکھو جابرؓ میرے آنے سے پہلے دیگچی چولھے پر سے نہ اتارنا۔ چنانچہ سب لوگ حضرت جابرؓ کے گھر گئے۔ یہ دیکھ کر ان کی بیوی بہت پریشان ہوئیں۔ اور بولیں آپ نے اتنے آدمیوں کی دعوت کردی اور سامان صرف حضور کے لئے کیا ہے۔ حضرت جابرؓ نے بتایا۔

حضور نے فرمایا ہے کہ جب تک میں نہ آؤں دیگچی چولھے پر سے نہ اتارنا جب رسول اللہ تشریف لائے تو ان کی بیوی نے ان کو دکھایا کہ اتنا سا آٹا اور تھوڑا سا سالن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگچی اور آٹے میں لعاب دہن لگادیا پھر تو اس میں اتنی برکت ہوئی کہ ہزاروں آدمیوں نے کھایا اور جب بھی بچ رہا۔ رسول اللہ نے فرمایا تم لوگ خود بھی کھاؤ اور دوسرے غریبوں کو بھی کھلاؤ۔

یہ ہمارے حضورؐ کا معجزہ تھا کہ ذرا سے کھانے میں اتنے آدمیوں نے کھایا، پھر بھی بچ رہا، اسی طرح کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جن کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔

بہارِ نو بے بی ٹانک

چھوٹے بچوں کو عام جسمانی کمزوری کے روگ سے بچاتا ہے۔ بچوں کی بڑھوتری میں مددگار ہوتا ہے اور چست و تندرست رکھتا ہے۔ یہ ایک مزیدار بچوں کا دل پسند ٹانک ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

عبادت میں اعتدال

سید عبداللہ حسنی

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ یہ فلاں ہیں اور یہ بڑی نمازیں پڑھتی ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اتنا ہی کرو جتنی تم میں طاقت ہے، اللہ نہ اکتائے گا، تم اکتا جاؤگی، اللہ کو وہی عبادت اور عمل زیادہ محبوب ہے جس پر کرنے والا مداومت کرے (متفق علیہ)

اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم وہی عمل شروع جس پر مداومت کرسکیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے۔ تکلیف دینا نہیں چاہتا ہے۔"

اس لئے جب کوئی عمل شروع کرے تو اس کو معتدل طور پر شروع کرنا چاہیئے۔ ایک جگہ آیا ہے "خیر الامور اوساطہا" (اچھے کام اوسط والے ہوتے ہیں)

بہت سے لوگ جب کوئی عمل شروع کرتے ہیں تو ایسے جوش و خروش سے معلوم ہوتا ہے جیسے ان سے زیادہ کوئی عامل ہی نہیں ہے۔ لیکن چند روز گزرنے کے بعد ان کا جوش ایسا ٹھنڈا پڑتا ہے کہ بسا اوقات وہ عمل جو شروع میں کیا تھا اس کو بالکل ہی ترک کر دیتے ہیں، اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اسی لئے

ایسے عمل پسند نہیں کیے گئے جو "چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات" کے مصداق ہوں۔ اس لئے آدمی کو اعتدال کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ اور اس پر مداومت کرنا چاہیے۔ اور اپنی طاقت کے مطابق کرنا چاہیے۔ ایسے ہی عمل کی محبوبیت اور پسندیدگی بیان کی گئی ہے اور اگر اپنی طاقت سے بالاتر ہو کر عمل کرے گا تو چند ہی دن میں اکتا جائے گا۔ اور تنگ آکر چھوڑ دے گا۔ اور یہ چیز عوام میں دیکھی جاتی ہے کہ یا تو فرض نماز بھی نہیں پڑھتے اور اگر پڑھتے ہیں تو پھر نفلوں پر نفلیں۔ یہ نہیں کرتے کہ فرض اور موکدہ سنتوں کا پورا لحاظ کریں۔ اور نوافل وہی شروع کریں جن پر مداومت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام اعمال میں اعتدال اور اس میں مداومت نصیب فرمائے۔

(بقیہ صفحہ ۳۶) اسلامی تہذیب نے مسلمان عورتوں کو پردہ کی قید میں ڈال کر ان کی ترقی کی راہ میں دیوار حائل کر دی ہے۔ اس موضوع پر ہم انشاءاللہ آئندہ کچھ عرض کریں گے۔ اس وقت ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہم نے چند گاؤں اور شہر و قصبات کے چند محلوں کا سروے کیا ہے۔ ہم کو نسبتاً مسلمان عورتیں بلکہ پردہ نشین عورتیں تعلیم میں، صنعت میں، تدبیر و حکمت میں سکون و اطمینان میں زیادہ ملیں۔ اپنی صنعت سے کچھ پیسے پیدا کر لینے میں بھی وہ بے پردہ عورتوں سے زیادہ نکلیں جس کا جی چاہے اپنے قصبہ یا محلہ کا اس طور پر جائزہ لے اور خدا کا شکر ادا کرے

تہذیب و معاشرت

ہارون رشید صدیقی

عورتوں کا لباس:

ہمارے ملک میں عورتوں کے لباس بھی مختلف ہیں اور الحمد للہ جو مغرب سے نہیں لئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب ساتر ہیں، پائجامہ، چوڑی دار پائنچہ دار، غرارہ، شلوار، لہنگی، اس پر قمیض کرتا، دوپٹہ، چادر، کہیں ساڑی باہر نکلتے وقت نقاب کا استعمال، یہ سارے کے سارے لباس ایسے ہیں جن سے باقاعدہ پردہ بھی ہو جاتا ہے اور ان سے نماز وغیرہ بھی ادا کی جا سکتی ہے لیکن مغربی لباس نیز موجودہ دور کے نفس پرستی کے معلم اداکاروں اور ایکٹروں کے ایجاد کئے ہوئے لباس سے تو آج شیطان بھی پناہ مانگ رہا ہے۔ میں نے خود اپنے کانوں سنا، ایک سبزی فروش عورت کی دکان سے سبزی لیکر واپس ہو رہا تھا۔ اس کے پاس ایک دوسری عورت بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ چند نوجوان لڑکیاں بہت ہی مکروہ لباس میں گزریں، اس کبڑن نے دوسری عورت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا: "اس کے بعد بھی لڑکوں کو بدنام کرنے والوں کی عقلوں پر ماتم کرنا چاہیے"۔ غرض کہ اس لباس سے نہ تو پردہ ہوتا ہے نہ ہی اس پر نماز جیسی عبادت ادا کی جا سکتی ہے۔

اب تک کی ہماری تہذیب میں عورتوں اور مردوں کے لباس میں بین فرق رہا ہے اور انشاءاللہ رہے گا، عورتیں اپنے کپڑے مختلف رنگوں سے رنگ کر اس پر ریشمی بیل بوٹے بنا کر شریفانہ طرز سے زیب و زینت میں اس طور پر اضافہ کرتی ہیں کہ اس سے جہاں اپنے شوہر کے لئے پر کشش بن جاتی ہیں۔ وہیں دوسرے محرموں کی نظر میں باعزت و باوقار نظر آتی ہیں۔ اور اسی زیبائش و آرائش کے سبب غیر محرموں کے سامنے آتے وقت چادر یا نقاب کا استعمال معمول ہے۔ اگرچہ نقاب یا چادر کے نیچے پہنے ہوئے کپڑے پورے طور پر ساتر ہوں، اس لئے وہ لباس محض ستر پوشی ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ بناؤ سنگار بھی ہیں۔ بس یہیں سے ان تنگ لباسوں کی حیثیت بھی واضح ہو جاتی ہے جو جلد بدن کو ڈھانکتے ہیں۔ مگر ململ کے ستر عورت کو اور واضح کئے ہوئے محرموں کی شرم کا باعث اور غیر محرموں کی بد نگاہی کا سبب ہیں۔ اس سے ان نقابوں کی پوزیشن بھی واضح ہو جاتی ہے۔ جو اپنی چمک دمک اور کٹنگ و بناوٹ کے سبب راہ گیروں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے ہیں۔

مناسب یہی ہے کہ نقاب جو عورت کو چھپانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے موٹے اور معمولی کپڑے کا ہو، اس کا رنگ بھی قابل توجہ نہ ہو۔ اسی طرح اگر چادر استعمال کی جائے تو وہ بھی موٹی اور معمولی کپڑے کی ہو۔ ورنہ سفید ہو تو کوئی گھٹیا رنگ ہو۔

آج تو بعض حضرات بلکہ نام نہاد مورخین اس خیال کا اظہار کرنے لگے ہیں کہ

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

باھمی اتحاد

باہمی اتحاد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور تفریق و عداوت ایک قسم کا خدائی عذاب ہے۔ باہمی اتحاد اسلام کی روح ہے، جسے ایک ان پڑھ انسان بھی اسلامی اعمال کے مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے۔ پنجوقتہ جماعت کی نماز، جمعہ کی نماز، عیدین کی نماز، حج بیت اللہ، صدقہ، خیرات، زکوٰۃ، قربانی، افطار کی فضیلت، مریض کی عیادت، غمزدہ کی تعزیت، کون سا عمل ہے جس میں اتحاد و محبت کی تعلیم روز روشن کی طرح واضح نہ ہو، اتحاد و محبت پر ثواب و رحمت کے وعدے اور باہمی نزاع و عداوت پر وعیدیں گویا اس کے لئے کھلے احکام ہیں۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم ہر انسان سے ہر حال میں میل ملاپ رکھیں اس کے لئے بھی کھلے ہوئے خدائی احکام موجود ہیں۔ وہ لوگ جو شرعی زندگی گزارنے میں مانع ہیں۔ ان سے ہماری کوئی دوستی نہیں۔ بلکہ ان سے دوستی خدائی حکم کی خلاف ورزی ہے۔ اسی طرح خدا کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے تعلقات میں بھی فرق ہوگا چاہے وہ ہماری خدا پرستی میں حائل نہ ہوتے ہوں۔

البتہ جو لوگ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے ہیں لیکن ہمارے ان کے درمیان خدائی احکامات کے سمجھنے میں تعبیرات کا فرق ہو گیا ہے۔ تو اس اختلاف کی بنا پر ہم کو باہم عداوت و عناد رکھنا جائز نہیں جیسے

کوئی حنفی ہے تو کوئی شافعی، کوئی مالکی ہے تو کوئی حنبلی یا اہل حدیث وغیرہ۔ ایک شخص نماز میں آمین بالجہر کہتا ہے اور رفع یدین کرتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ ایک امام کے پیچھے نماز میں سورہ الفاتحہ کی قرأت ضروری سمجھتا ہے، دوسرا نہیں۔ ایک کے یہاں خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، دوسرے کے یہاں نہیں۔ ایک پانی کے سبھی جانوروں کو حلال سمجھتا ہے دوسرا صرف مچھلیوں کو وغیرہ۔ ایسے تمام لوگ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور چاہیے کہ کوئی کسی کے مسلک کی تحقیر و تکذیب نہ کرے کہ سب اپنے اپنے اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کرتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے اعمال کا احترام کریں، چاہیے کہ احناف اپنے درمیان آمین بالجہر والے کو دیا ہوا نہ رکھیں بلکہ اگر وہ ترک کرے تو اس سے مطالبہ کریں تاوقتیکہ وہ اپنا مسلک نہ بدل دے اس طرح اہل حدیث و شوافع حضرات احناف کو اپنے درمیان ان ہی کے مسلک پر چلنے کی تلقین کریں یا ایک دوسرے کے بزرگ پر نکتہ چینیاں کرنے سے باز رہیں کہ ان بزرگوں نے اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑا اور حضورؐ کی سنت کو اپنایا۔ اور اس سلسلے میں جو کچھ ان کو تحقیق ہوا اس میں کسی اور کی پرواہ کئے بغیر حضورؐ کے عمل کو اپنایا۔ اسی طرح دنیوی امور میں ہر مسلمان پر لازم ہے کہ کسی ایک بات پر یا کسی حقیر مال و جائداد کی خاطر باہمی اتحاد کو قربان نہ کریں ہر شخص سوچے کہ ہم اپنے بھائی کے لیے اپنا کیا قربان کر سکتے ہیں۔ اور کوئی نہ کوئی مقدار قربانی و ایثار کی متعین رکھے تو امید ہے کہ جھگڑوں کی بنیاد ہی ختم ہو جائے۔ باہمی اتحاد قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کرنا ہمارا کام ہے۔ لیکن قلوب اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اس لئے برابر اس کی دعا بھی کرتے رہیں۔ اللھم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا وانصرعلیٰ عدوک وعدونا۔ امین

سوال و جواب

آپ پوچھیں ہم جواب دیں

ادارہ

خالدہ پروین بلند شہر۔

س: مالدار کون ہے؟ شریعت کی جانب سے اس پر کیا واجبات ہیں تفصیل سے لکھیے۔

ج: جس کے پاس وافر مال ہو، بے شک وہ مالدار ہے لیکن شریعت نے مالداری کا ایک نصاب مقرر کر دیا ہے۔

جس کے پاس ۵۲½ تولے چاندی ہے وہ مالدار ہے۔ جس کے پاس ۷½ تولہ سونا ہو وہ مالدار ہے، اگر دونوں چیزیں ہیں اور اس مقدار سے کم کم ہیں مگر دونوں کی قیمت کسی ایک کی مقدار کی قیمت کے برابر ہے تو وہ بھی مالدار ہے یا اتنی رقم نقد ہو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی خرید سکتا ہے تو وہ مالدار ہے یا اتنی رقم کا تجارتی مال ہو کہ اس کو بیچ کر ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا خرید سکتا ہے تو وہ مالدار ہے۔ اب ہر شخص اپنا جائزہ لے کہ شریعت کی نگاہ میں وہ مالدار ہے یا نہیں؟ اگر مالدار ہے تو سال میں اس پر تین خرچے ہیں۔ زکوٰۃ، فطرہ، قربانی۔ زکوٰۃ جبھی فرض ہوگی جب اس رقم یا مال پر سال گزر جائے۔ فطرہ اور قربانی سال نہ گزرنے پر بھی واجب ہوں گے۔ بس عیدالفطر کے دن اور ایام قربانی کے دنوں میں یہ مال موجود ہونا ضروری ہے۔ فطرہ مرد کو اپنی طرف سے دینا ہوگا اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی، البتہ عورت صرف اپنی طرف سے فطرہ

خزینۃ الکتب ندوۃ العلماء

دے گی۔ بعض گھروں میں عورت مرد کی چیزوں کی الگ الگ ملکیت نہیں ہوتی صرف مرد مالک ہوتا ہے۔ یہ ہر شخص خود سمجھ لے کہ میں نصاب کا مالک ہوں یا نہیں، فطرہ ایسے لوگوں پر بھی واجب ہے جو اس مقدار میں مال تو نہیں رکھتے مگر ان کے پاس کھیت کا پیدا ہوا اس قیمت کا غلہ ہے یا دوسرا غیر ضروری سامان ہے تو اگرچہ ان پر زکواۃ نہیں فطرہ واجب ہے۔ فطرہ کی مقدار گیہوں ایک کلو گرام ۶۶۵ گرام ہے اور جو اس کا دوگنا کوئی اور غلہ دیں تو اسی کی قیمت لگا دیں، بعض علماء کی تحقیق اس کے علاوہ بھی ہے۔ مگر یہاں یہ مشہور و مروج مقدار لکھی گئی ہے۔

"قربانی": صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہوگی۔ جس پر فطرہ واجب ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے۔ یہ تینوں خرچے ایسے ہیں جن سے اپنے قریبی غریب عزیزوں اور غریب بھائیوں کی مدد ہو جاتی ہے۔ اور اس عمل سے انسانی ہمدردی اور دین سے محبت رکھنے والوں کو آخرت کے اجر کے علاوہ دنیا میں بھی بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے بعض بہن بھائی ایسے ہیں جن کے پاس یہ مقدار بشکل زیور موجود ہے لیکن ان کی آمدنی اتنی قلیل ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کا نان و نفقہ بھی بمشکل ادا کر پاتے ہیں۔ اور پیٹ پالنا مشکل ہوتا ہے۔ وہ سال کے تین بوجھ نہیں اٹھا پاتے بلکہ نہیں اٹھا سکتے ان کے لئے یہ مال لعنت ہے۔ ان کو چاہیے کہ اسے فوراً بیچ کر اس سے تجارت شروع کر دیں یا کسی کام میں لے آئیں، پھر کمائیں کھائیں، اللہ برکت دے گا۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور زکواۃ، فطرہ، اور قربانی بھی نہیں ادا کرتے تو سخت گنہگار ہیں۔ یہ مال ان کی روزی میں بھی بے برکتی کا سبب ہوگا۔

محمد ثانی ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر نے تنویر پریس باغ گونگے نواب لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ رضوان گوئن روڈ لکھنؤ سے شائع کیا۔